اسلام میں بچوں کی قدر و اہمیت

اور

ان کی تعلیم و تربیت

جناب محمد یوسف صاحب فاروقی۔ پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بچے ہر قوم کا عزیز ترین سرمایہ ہوتے ہیں وہ بچے جنہیں مستقبل کی تمامتر ذمہ داریاں سنبھالنا ہوتی ہیں۔ موجودہ نسل نے جو کچھ اپنے اسلاف سے پایا ہے اور جو کچھ اپنی جدوجہد محنت و مشقت سے حاصل کیا ہے۔ علم و ہنر اور تجربات کا جو خزانہ جمع کیا ہے سب کچھ کل کی جوان ہونے والی فسل کے سپرد کر کے اس جہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ اب اگر ان نونہالوں کی جو مستقبل کے معمار ہیں بہترین تربیت کی گئی ہے۔ انہیں زیور علم و ہنر سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اور صحیح خطوط پر ان کی کردار سازی کی گئی ہے تو پھر مستقبل تابناک ہو گا۔ لیکن اگر ہم نے ان کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی کی یا انہیں صحیح انداز پر ملی ضروریات کے مطابق تیار نہ کر سکے تو پھر مستقبل میں تعمیر و ترقی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی بلکہ اس طرح ملک و ملت کی تباہی کے خدشات بڑھ جائیں گے۔

تاریخ نے اپنے دامن میں بے شمار قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں محفوظ کر رکھی ہیں۔ ہم جب عروج پانے والی قوموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی ملتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے بچوں کی تربیت و نگہداشت پر خصوصی توجہ کی۔ بلکہ اپنی تمامتر صلاحیتیں اپنے بچوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان میں مستحکم کردار پیدا کرنے میں صرف کیں۔ اور جو قومیں زوال کا شکار ہو گئیں وہ اس وجہ سے ہوئیں کہ ان کے اسلاف نے بچپن میں انہیں نظر انداز کر دیا تھا ان کے بزرگ عیش و عشرت میں مصروف رہے اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت سے غافل رہے۔

اس دنیا میں ہر انسان خیر و شر دونوں صلاحیتیں لے کر آتا ہے۔ لیکن بچہ کا دماغ آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوتا ہے وہ ہر اس چیز کے عکس کو قبول کر لیتا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے وہ جو کچھ دیکھتا ہے بہت غور سے دیکھتا ہے جو کچھ سنتا ہے بہت غور سے سنتا ہے پھر اسی طرح نقل کرتا ہے جس طرح دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس صاف شفاف دل و دماغ پر آج جو نقوش ابھریں گے وہ بہت گہرے ہوں گے۔ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے جو کچھ پائے گا اس کے اثرات

کو پوری طرح قبول کرے گا۔ آج جو عادات و اطوار اپنائے گا وہی عادات اس میں راسخ ہو جائیں گی۔ اب یہ بزرگوں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ چاہیں تو اسے اچھا انسان۔ اچھا شہری اور معمار مستقبل بنا دیں۔ اور اگر چاہیں تو موذی۔ بدکردار اور تخریب کار بنا دیں۔ بچپن کا یہ دور بہت نازک دور ہے جس پر انسانی زندگی کی تمام آئندہ خوبیاں منحصر ہیں۔ لہٰذا یہی دور بہت نازک دور ہے جس پر انسانی زندگی کی تمام آئندہ خوبیاں منحصر ہیں۔ لہٰذا یہی دور سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔

اسلام میں بچوں کی نگہداشت تربیت و اصلاح اور ان کی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ سورہ نحل میں اس مضمون کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبات افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ ھم یکفرون ٥

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میں سے تمہاری بیویاں بنائیں اور ان سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا۔ کیا پھر بھی یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟[۱]

اس آیت کریمہ میں بچوں کو نعمت خداوندی قرار دے کر اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ہم ان کی قدر کریں اور ناقدری کر کے کفران نعمت کا شکار نہ ہو جائیں۔

قرآن حکیم نے انبیاء علیہم السلام کے گھرانوں میں بچوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے اسلوب سے اس نعمت کی قدر و قیمت کو اجاگر کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم نے کہا ہے۔

فبشرناھا باسحاق ومن وراء اسحاق یعقوب

ہم نے انہیں اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بیٹے کی خوشخبری سنائی[۲]

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی آرزو اور تمنا کے بعد ان الفاظ سے بشارت دی گئی۔

یا زکریا انا نبشرك بغلام

اے زکریا ہم تمہیں ایک بچے کی بشارت دیتے ہیں[۳]

حضرت مریم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا۔

یا مریم ان اللہ یبشرك بکلمۃ منہ

اے مریم اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے اک کلمہ کی (عیسیٰ)

---

[۱] سورہ النحل ۷۲، [۲] سورہ ہود ۷۱

علیہ السلام) بشارت دینا ہے [1]

ان آیات میں لفظ تبشیر میں اللہ تعالیٰ کی عنایات اور تکمیل مسرت کے جو گوناگون پہلو ملحوظ ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔

جسمانی صحت و پرورش: بچوں کی جسمانی صحت اور ان کی غذا پر بھی توجہ دی ہے۔ آغاز طفولیت میں خالص غذا بچوں کی بنیادی ضرورت ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین — اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں [2]

بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بڑھ کر کوئی دوسری غذا نہیں ہو سکتی۔ اس پوری آیت کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ مائیں خود ہی بچوں کو اپنا دودھ پلائیں۔ اور اگر کسی وجہ سے ماں اپنا دودھ نہیں پلا سکتی تو پھر کسی ایسی آیا کا انتظام کیا جاتے جو بچہ کو اپنا دودھ پلا سکے۔ تاکہ بچہ کی صحت اور اس کی نشو و نما ٹھیک ہوتی ہے۔ بچوں کی نگہداشت اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ان کی پرورش کی ذمہ داری سب سے پہلے والدین پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے ماں باپ دونوں کو اس فریضہ کا احساس دلایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ اجر و ثواب اس دینار پر ہے جو اپنے عیال پر خرچ کیا جاتے [3]

گلشن حیات کی بہار بچوں سے ہے ان کی پرورش ان کی صحت و عافیت معاشرہ کے سب ہی افراد کی ذمہ داری ہے۔

المال والبنون زینۃ الحیاۃ الدنیا — مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زیب و زینت ہیں [4]

ان کی پرورش اس طرح کرنی ہو گی کہ ان میں حقیقتاً نکھار و زینت پیدا ہو۔ چمن انسانیت میں جمال انہی گلوں کی آب و تاب سے ہے۔ صحت مند، تندرست و توانا بچے ہی باعث زینت ہو سکتے ہیں۔

تربیت: بچوں کی تربیت سب سے زیادہ اہم موضوع ہے۔ ان کی تربیت اور دیکھ بھال کی طرف شروع ہی سے توجہ دینی چاہیئے۔ ان کی تربیت کرتے ہوتے شفقت و محبت اور رحم کے جذبات شامل رہنے چاہئیں۔ اس لئے کہ جو تربیت شفقت و محبت کے جذبات کے ساتھ ہوتی ہے اس کے اثرات بہت گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ امت کے لئے بھی حکم ہے کہ

من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ — جو ہمارے بچوں پر رحم و شفقت نہ کرے اور جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

خود اعتمادی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کا تو یہ حال تھا کہ نماز پڑھ کر مسجد سے جب واپس تشریف

---

[1] سورہ آل عمران ۴۵ [2] سورہ بقرہ ۲۳۳ [3] النووی، ریاض الصالحین، باب النفقۃ علی العیال ص ۱۵۴ [4] سورہ کہف ۴۶

لاتے نو راستہ میں بچوں کو گود میں اٹھا اٹھا کر پیار کرتے۔ سفر وغیرہ سے واپس ہوتے اور کوئی بچہ نظر آجاتا تو اسے اپنی سواری پر ساتھ بٹھا لیتے۔ حضرت حسن اور حسین کے ساتھ جس طرح شفقت و محبت فرماتے تھے وہ قابل رشک ہے۔

اپنی نواسی حضرت امامہ سے بہت محبت فرماتے تھے انہیں گود میں لے کر پیار فرماتے۔ بچوں کو خوش کرنے کے لئے انہیں کھانے کی چیزیں یا ان کی دلچسپی کی چیزیں عنایت فرماتے ایک مرتبہ ایک خوبصورت ہار حضرت امامہ کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت انس جلیل القدر صحابی ہیں بچپن ہی سے ان کی والدہ ام سلیم نے انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ ان کی تربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوئی۔ حضرت زید بن ثابت کے مزاج میں جو بردباری، مضبوط کردار اور مکارم اخلاق کی بلندی نظر آتی ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا رسول اللہ کی یہ شفقت و محبت صرف مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی بلکہ غیر مسلم بچوں سے بھی بہت محبت و شفقت سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی بچہ بیمار ہو گیا تو رسول اللہ مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ کی اس شفقت و محبت کا اس بچہ پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔[1] آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب بچہ کو دیکھتے تو اس کے سر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرتے اور اس کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے[2] بچوں کی تربیت کے لئے یہ کس قدر لطیف انداز ہے جو لوگ بچوں کی نفسیات کو سمجھتے ہیں وہ اس انداز تربیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اس دور میں اگر بچوں کی صحیح طرح دیکھ بھال نہ کی جائے ان کی تربیت نہ کی جائے ان کے اخلاق و کردار کو نہ سنوارا جائے تو یہ بچوں کو تباہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے۔

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم	جن لوگوں نے اپنے بچوں کو نادانی و لاعلمی سے قتل کر دیا وہ بہت نقصان میں ہیں[3]

صرف جسمانی طور پر قتل کر دینا ہی قتل نہیں ہے بلکہ انہیں بد اخلاق و بدکردار موذی و مہلک بنا دینا بھی قتل ہی کے مترادف ہے۔ اگر نادانی اور جہالت کی وجہ سے ان کی تربیت میں خامیاں رہ گئیں تو اس کا خسارہ پوری قوم کو بھگتنا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اور مردوں سے بھی اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ قتل اولاد نہیں کریں گے۔

---

[1] نووی، ریاض الصالحین صد ۴۰۲ [2] الجامع الصحیح للمسلم ج ۲ ص ۲۲۲ [3] الانعام ۱۴۰

ولا یقتلن اولادھن (الممتحنہ ۱۲)　　اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی۔

یہ آیات ایک طرف تو جاہلیت کی رسم بد وأد البنات کے خلاف درس دے رہی ہیں دوسری طرف اخلاق و کردار کی تباہی سے بھی روک رہی ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنے بچہ کو ادب سکھانا پیمانہ بھر کر صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔[1]

تربیت یافتہ نیک اولاد کو صدقہ جاریہ قرار دیا ہے جس کی برکتوں سے انسان مرنے کے بعد بھی مستفید ہوتا رہتا ہے۔

لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کو معاشرہ میں زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ نہ ہی ان کی تربیت و پرورش میں کوئی خاص دلچسپی لی جاتی تھی۔ اسلام نے اس غیر منصفانہ طرز فکر کی اصلاح کی ہے اور بچیوں کی تربیت کو بھی اس قدر اہمیت دی ہے جس قدر بچوں کی تربیت کو حاصل ہے۔ رسول رحمتؐ کا فرمان ہے۔

من بتلی من ھذا البنات بشیئٍ فاحسن الیہن کن لہ ستراً من النار	جس شخص کو بچیوں کی پرورش کا موقع ملا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں جہنم سے نجات کا سبب بن جائیں گی۔[2]

ایک اور روایت میں بہت جامع انداز میں تربیت بنات پر زور دیا گیا ہے۔

من عال ثلث بنات او مثلھن من الاخوات فادبھن ورحمھن حتی یغنیھن اللہ او جب اللہ لہ الجنۃ فقال رجل یا رسول اللہ او اثنتین قال او اثنتین، حتیٰ لو قالوا او واحدۃ لقال واحدۃ۔	جس شخص نے تین بچیوں کی یا انہی کی مثل تین بہنوں وغیرہ کی پرورش کی، انہیں اچھے اخلاق سے آراستہ کیا ان کے ساتھ شفقت رحمت کا سلوک کیا یہاں تک کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی سرپرستی سے بے نیاز کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے جنت عطا فرمائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کسی نے دو بچیوں کی اسی طرح تربیت کی تو کیا وہ بھی جنت کا حقدار بن جائے گا۔

آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ بھی جنت کا حقدار ہوگا۔ اگر لوگ ایک بچی کے بارے میں پوچھ لیتے تو اس پر بھی حضور اقدس یہی جواب فرماتے۔[3] ایک حدیث میں ہے کہ بچیوں کی اچھی تربیت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہوگا۔ پھر

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

[2] متفق علیہ، بخاری و مسلم

آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح ساتھ۔

اسلام میں صرف کردار و اخلاق اور ادب و تربیت ہی پر زور نہیں دیا گیا بلکہ اقتصادی طور پر انہیں خوشحال اور آسودہ رکھنے کو بھی ضروری قرار دیا ہے اس بارے میں صحیح مسلم کی یہ حدیث راہ نمائی کرتی ہے۔

عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری اس وقت جو حالت ہے وہ تو آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں مالدار آدمی ہوں اور صرف ایک بچی میری وارث ہے۔ تو کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات نہ کر دوں۔ رسول اللہ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اچھا آدھا مال خیرات کر دوں آپ نے فرمایا نہیں۔ صرف ایک تہائی مال صدقہ کر سکتے ہو۔ وہ بھی بہت ہے۔ اپنے بچوں کو مالدار و خوشحال چھوڑ جانا زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ بعد میں لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔[1]

قرآن و سنت کی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں خوب سے خوب تر پرورش اور تربیت کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ مسلمان مفکرین نے بھی اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی ہے۔ امام غزالی نے والدین، سرپرست اور اساتذہ کو خاص طور پر تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ "بچے کی اقبال مندی میں اس کے والدین اور سرپرستوں کا فرض ہے کہ بچوں پر پوری پوری توجہ دیں انہیں اچھے طور طریقے سکھائیں ان کی اخلاقی تربیت کریں اور بری صحبت سے بچائیں بچے کو محنت اور جفاکش زندگی کا عادی بنایا جائے۔ نہ کہ عیش و تنعم کا۔ خودداری، شرم و حیا اور خلوص اس کی نمایاں خصوصیات ہوں۔ اس کے دل میں مال و دولت کی ہوس کا بیج نہ بویا جائے۔ کیونکہ یہی چیز بلا وجہ لڑائی جھگڑے کا باعث ہوتی ہے[2]"

بچوں کی تعلیم | تربیت کا زمانہ اگرچہ تعلیم کے زمانہ سے پہلے شروع ہو جاتا ہے لیکن تعلیم کے ساتھ برابر جاری رہتا ہے۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ تعلیم کا مقصد بھی تربیت اور تہذیب اخلاق ہے۔ علم کی جو فضیلت اور اہمیت اسلام نے بیان کی ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیشہ سے مسلمانوں میں یہ شوق رہا ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم پر خاص توجہ دیں۔ بچپن کا زمانہ ہی ذہنی و عقلی نشوونما کا زمانہ ہے۔ بچپن میں حاصل کردہ علوم سے عہد جوانی اور پھر بڑھاپے میں بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مسلم مفکرین نے تعلیم اطفال پر بہت کچھ لکھا ہے۔ بو علی سینا کے نزدیک ہر بچہ کو اس کی طبعی صلاحیتوں کے مطابق تعلیم دینی چاہیے۔ وہ اپنی مشہور تصنیف القانون میں لکھتے ہیں کہ:

"بچے کو قرآن حکیم اور زبان کی ابتدائی تعلیم کے بعد اس کی صلاحیتوں کے مطابق تعلیم دی جائے۔ اور اسے یہی

---

1. مسلم ج ۲ ص ۴۷ 2. الاحیاء ص ۵۸

پیشہ اختیار کرنا چاہیے جس کے لیے قدرت نے اسے موزوں کیا ہے۔"

یہ ذمہ داری وہ اساتذہ پر ڈالتے ہیں کہ وہ طلبا کی مخصوص صلاحیتوں کا جائزہ لیں۔ اور پھر جو مضمون ان کے لیے بہتر ہو اس کی تحصیل کا انہیں مشورہ دیں۔[1]

امام غزالی کے نزدیک جب بچہ سن شعور کو پہنچ جائے تو اسے کسی اچھے مربی استاد کے سپرد کر دیا جائے۔ جو اسے مفید اور ضروری تعلیم دے اور اسے صحیح راہ نمائی کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچائے۔[2]

علامہ ابن خلدون تعلیم کو بچوں کا بنیادی حق قرار دیتے ہیں۔ اور صرف اس طریقہ تعلیم کو مفید قرار دیتے ہیں جو ان میں تحقیق و جستجو کا مادہ پیدا کر سکے۔ علامہ ابن خلدون جو طریقہ تجویز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اساتذہ خود طلبا کے سامنے مسائل رکھیں اور علمی موضوعات پر ان سے گفتگو کریں۔ طلبا کے درمیان باہمی مباحثے کرائیں تاکہ طلبا اپنے مضمون میں مہارت حاصل کر سکیں۔ محض یاد کرنے اور رٹہ لگانے سے ملکہ پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ہی تحقیقی نظر پیدا ہوتی ہے۔[3]

یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت اسلام نے یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت ان کی نگہداشت اور ان کی کفالت کی ذمہ داری معاشرہ اور حکومت دونوں پر عائد کی ہے۔ جو بچے اپنے باپ کی شفقت اور محبت ان کی تربیت کفالت سے محروم ہو گئے ہیں انہیں ضائع ہونے سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ ان کی تربیت و پرورش اس انداز سے کرنی چاہیے کہ وہ کسی قسم کی احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ علم کی دولت اور تربیت و فنون سے وہ صرف اس لیے محروم نہیں چاہئیں کہ وہ اپنے شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہیں۔ قرآن حکیم نے یتیموں کے معاملہ میں معاشرہ کو جھنجھوڑا ہے انہیں خوب متنبہ کیا اور بتایا ہے کہ یہ یتیم بچے قابل عزت و احترام ہیں۔

کلا بل لا تکرمون الیتیم ۔ دیکھو تم یتیموں کا اعزاز نہیں کرتے۔[4]

یتیم بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا چاہیے۔

ویسئلونک عن الیتمیٰ قل اصلاح لہم خیر لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرما دیجیے کہ ان کی اصلاح و بہتری کے کام انجام دینا ہی بہتری ہے۔[5]

یتیم بچے زیادہ محبت و ملاطفت کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ ترش روئی کے ساتھ پیش آنا یا سخت برتاؤ کرنا مناسب نہیں۔

فاما الیتیم فلا تقہر ۔ یتیم پر سختی نہ کرو۔[6]

---

[1] احمد شلبی۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ص ۱۳۷ [2] الاحیاء ص ۱۵۹ [3] مقدمہ ابن خلدون۔ باب ۶ فصل ۲ ص ۱۱۶
[4] الفجر ۲۱ [5] البقرہ ۲۲ [6] الضحیٰ ۹

بلکہ یتیموں کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کا حکم ہے۔

وبالوالدین احسانا و ذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین	والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔[1]

اس آیت مبارکہ میں حقوق کی ترتیب والدین اور اقربا کے فوراً بعد یتیموں کا ذکر اس بات کی اہمیت کو ظاہر کر رہا ہے جو اسلامی معاشرہ میں اور اسلامی نظام میں انہیں حاصل ہے۔ یتیموں کا مال امانت ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس میں کسی قسم کی خیانت کرے۔

ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا	یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ جلد ہی جہنم میں جھونکے جائیں گے

یتیموں کی حالت بہتر بنانے کے لئے مال غنیمت اور مال فے میں باقاعدہ یتیموں کا حصہ رکھ دیا گیا ہے۔ سورہ انفال آیت ۴۱ اور سورہ حشر آیت ۷ میں مال غنیمت اور فے کے مصارف میں ایک اہم مصرف یتیم بچوں کو بنایا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خیر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یحسن الیہ۔ وشر بیت فی المسلمین فیہ یتیم یساء الیہ	مسلمانوں کے گھرانوں میں بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم زیر پرورش ہو، اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو

یہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی ہمیں بچوں کی اہمیت کا احساس دلا رہی ہیں۔ آج کے بچے ہی کل کے معاشرہ کی روح و بنیاد ہیں۔ ان کی تربیت و اصلاح، ان کی تعلیم اور ان کی فلاح و بہبود کے کاموں میں کوئی کوتاہی ناقابل معافی جرم ہوگا۔

[1] البقرہ ۸۳ [2] النساء ۱۰

منہاج السنن۔ منہاج السنن شرح جامع السنن للامام الترمذی۔
از حضرت مولانا مفتی محمد فرید استاذ حدیث و مفتی دارالعلوم حقانیہ کا دوسرا حصہ چھپ کر شائع ہوگیا ہے۔
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک